

افادات: حضرت مولانا سید الحق مدظلہ

ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی

تایب مفتی دارالافتاء جامعہ حقانہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی تعظیم المؤمن

مومن کی تعظیم کا بیان

○ حدثنا يحيى بن أكثم والجارود بن معاذ قال أخبرنا الفضل بن موسى أخبرنا الحسين بن واقد عن أوفى بن دلهم عن نافع عن ابن عمر قال: يا معشر من أسلم بلسانه ولم يفيض الايمان إلى قلبه لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولا تتبعوا عوراتهم فإنه من يتبع عورة أخيه المسلم تتبع الله عورته ومن يتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف رحله. قال ونظر ابن عمر يوماً إلى البيت أو إلى الكعبة فقال: ما أعظمك وأعظم حرمتك 'والمؤمن أعظم حرمة عند الله منك هذا حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث الحسين بن واقد وقد روى اسحاق بن ابراهيم السمرقندي عن حسين بن واقد نحوه وقد روى عن أبي برزہ الاسلمی عن النبی ﷺ نحو هذا.

ترجمہ:- حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ممبر پر چڑھے اور بلند آواز سے پکار کر فرمایا: اے ان لوگوں کی جماعت! جو زبان سے تو اسلام لائے ہیں اور ایمان ان کے دل تک نہیں پہنچا۔ تم مسلمانوں کو نہ ستاؤ اور نہ ان کو شرمندہ کرؤ اور نہ ان کے چھپے ہوئے عیوب کے پیچھے پڑو۔ کیونکہ جو بھی اپنے (بھائی) مسلمان کے چھپے ہوئے عیب کے درپے ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے چھپے عیوب کو ظاہر کرنے لگتا ہے اور جس کے چھپے ہوئے عیوب کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے لگے تو اسے رسوا کر دے گا۔ اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندرون میں (لوگوں سے چھپا ہوا) ہو۔ (یا سواری کے اوپر ہو وچ میں محل نشین ہو)۔ اس کی تائید حضرت ابن عمرؓ نے ”بیت اللہ“ یا ”کعبہ“ کی طرف دیکھا تو

فرمایا: تو کس قدر عظیم ہے، اور تیری عظمت کتنی بڑی ہے۔ مگر مؤمن اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت کے لحاظ سے تجھ سے بھی بڑھ کر ہے۔..... یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے حسین بن واقد کی حدیث کے بغیر نہیں پہچانتے۔ اور اسحاق بن ابراہیم سمرقندی نے بھی حسین بن واقد سے اس قسم کی روایت کی ہے۔ اور ابو بزرہ اسلمیؓ سے بھی اس قسم کی روایت منقول ہے جو کہ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

توضیح و تشریح: اس باب میں مسلمانوں کی تعظیم کرنے اور ان کی ایذا اور سانی سے بچنے اور ان کی عزت و آبرو کا لحاظ رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور ان امور کی مزید تاکید کے لئے رسول اللہ ﷺ نے خصوصی اہتمام کے ساتھ ممبر پر تشریف فرما ہو کر بلند آواز کے ساتھ فرمایا: **يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَفْضِ الْاِيْمَانَ اِلَى قَلْبِهِ:** یعنی اے ان لوگوں کی جماعت جنہوں نے زبان سے اسلام لایا ہے اور ایمان ان کے دل کو نہیں پہنچا۔ یہاں زبان سے اسلام لانا یعنی اسلام کا اقرار کرنا یہ مؤمن اور منافق سب کو شامل ہے اور **لَمْ يَفْضِ الْاِيْمَانَ اِلَى قَلْبِهِ** میں ایمان سے مراد اصل ایمان اور کمال ایمان دونوں ہے۔

یعنی جو ابھی تک کامل مؤمن نہیں بنا، اس لحاظ سے یہاں منافق اور فاسق دونوں کو یہ خطاب شامل ہے، یعنی اس خطاب سے مقصود محض منافقین نہیں ہے۔ بلکہ مؤمن فاسق بھی مخاطب ہے، اور دلیل اس کی یہ ہے کہ بعد کے جملہ میں **”وَمَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَةَ اخِيهِ مَذْكُورٌ“** اور خالص منافق کو مؤمن کا بھائی نہیں کہا جاسکتا۔

لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَعْبِرُوهُمْ۔

یعنی تم کامل مسلمانوں کو نہ ستاؤ اور ان کو طعنہ بھی نہ دیا کرو یعنی کسی عیب اور گناہ کو یاد دلا کر ان کو شرمندہ نہ کرو۔ تغیر کا یہی معنی ہے۔ ماضی میں کئے ہوئے گناہ پر زبرد تو بخ کرنا اور طعنہ دینا جائز نہیں ہے۔ چاہے اس آدمی کا اس گناہ سے توبہ کرنا معلوم ہو یا نہ ہو۔ البتہ اگر کوئی آدمی فی الحال کسی گناہ میں مبتلا دیکھے تو اس کو زبرد تو بخ کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اس گناہ سے باز آ جائے کیونکہ حسب استعداد نبی عن المنکر فرض اور لازم ہے۔

جو مسلمانوں کی عیب جوئی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو رسوا اور شرمندہ کرتا ہے: وَلَا تَتَّبِعُوا اَعْوَابَهُمْ:

یعنی ان مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو، یعنی مسلمانوں کے جو گناہ اور عیوب ظاہر نہ ہو تو اس کی جستجو اور تلاش کرنا اور اس کے ظاہر کرنے کی کوشش کرنا جائز نہیں۔ اسے تجسس کہا جاتا ہے۔ جس سے قرآن کریم نے **”وَلَا تَجسسُوا“** کہہ کر منع فرمایا ہے۔ جو آدمی مسلمانوں کے پوشیدہ عیوب کے درپے ہو جاتا ہے تو اللہ اس آدمی کے پوشیدہ عیوب کے درپے ہو کر اسکے چھپے ہوئے عیوب اور گناہوں کو ظاہر فرما دے گا اور جب اللہ تعالیٰ اس کا پردہ لیتا ہے تو پھر کون ہے جو پردہ ڈال سکے۔ وہ آدمی اگر اپنی رہائش گاہ کے خفیہ حصے میں ہے اور اپنے گھر میں اپنے آپ کو محفوظ تصور کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں پر ظاہر فرما کر شرمندہ و رسوا کر دے گا۔ اور ایک حدیث میں **”سَلِّمْ لِرَجُلٍ رَجُلًا“** میں ستر منسلماً

ستر اللہ علیہ فی الدینا والاخرۃ۔ یعنی جو آدمی کسی مسلمان کا پردہ رکھے اور اس کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا پردہ رکھے گا۔

مؤمن کعبہ سے بھی زیادہ محترم ہے: ما اعظمکم واعظم حرمتکم والمؤمن اعظم حرمة عند اللہ منکم: یہ جملہ حضرت ابن عمرؓ نے کعبہ شریف کو دیکھ کر اسے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: یعنی تو کسی قدر عظمت والا گھر ہے اور تیرا اعزاز و احترام کتنا بڑا ہے۔ لیکن ایک مؤمن بندہ عزت و احترام کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی بڑا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کا احترام کعبہ شریفہ سے بھی زیادہ ہے۔

دل بدست آور کج آکر است از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

اور پشتوزبان کے سب سے زیادہ مشہور صوفی شاعر عبدالرحمن بابا فرماتے ہیں:

دہ خلیل تر کعبے دا کعبہ دہ لویہ جہ شوک جوہ کاندویران حرم دہ زہ

یعنی حضرت خلیل ابراہیم علیہ السلام کے کعبہ سے یہ کعبہ بڑا ہے کہ کوئی کسی مؤمن کے دل کے دیران حرم کو آباد کرے۔ پس اگر کوئی آدمی العیاذ باللہ کعبہ پر تھوکتا ہے یا اس کے پردوں کو چیر پھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور کعبہ کی بے حرمتی کرتا ہے تو یہ آدمی کتنا بڑا مجرم معلوم ہوگا۔ اس پر لوگوں کے غم و غصہ کی انتہا نہ رہے گی۔ مسلمان کی بے حرمتی اس سے بھی بڑا جرم ہے۔ لیکن افسوس کہ مسلم معاشرہ میں آج کل مسلمان کی بے حرمتی روزمرہ معمول بن گیا ہے اور بڑی لاپرواہی کے ساتھ مسلمان اپنے بھائی (مسلمان) کے خوزری اور آبروریزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس کو معمولی نہ سمجھ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا جرم ہے۔

امام نماز سے فارغ ہونے کے بعد رو قبلہ رہے یا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے۔

ہمارے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ امام فارغ ہونے کے بعد بقدر ”اللھم انت السلام الخ“ پڑھنے سے زیادہ اپنی جگہ پر قبلہ رو ہو کر نہ بیٹھے، ایسا کرنا مکروہ ہے بلکہ اگر اس فرض کے بعد سنت نماز ہو تو فوراً اٹھے اور جگہ تبدیل کر کے سنت پڑھیں۔ اور اگر سنت نہ ہو تو پھر یا اٹھ کر جگہ چاہے چلے جائے اور یا لوگوں کی طرف منہ پھیر کر بیٹھیں۔ یہاں ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر مقتدی دس آدمی یا اس سے زیادہ ہوں تو پھر امام لوگوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے کیونکہ دس آدمیوں کا احترام کعبہ سے زیادہ ہے اور اگر دس آدمیوں سے مقتدی کم ہوں تو پھر امام رو قبلہ بیٹھے کیونکہ اتنے کم آدمیوں سے کعبہ کا احترام زیادہ ہے۔ لیکن جمہور فقہاء کرام نے اس قول کی تردید کی ہے اور اس کی اس علت کو غلط اور بے اصل قرار دیا ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو فقہیۃ المسلمی شرح منیۃ المصلی جو کبیری کے کام سے مشہور ہے) کہ یہ درست نہیں کہ دس آدمیوں سے کم ہو تو پھر قبلہ کا احترام زیادہ ہے لہذا امام رو قبلہ بیٹھے بلکہ حق یہ ہے کہ ایک مؤمن کا احترام بھی قبلہ کے احترام سے زیادہ ہے لہذا بہر صورت امام تراعت کے بعد ”اللھم انت السلام الخ“ پڑھنے کے اندازے سے زیادہ نہ

بیٹے بلکہ یا تو اٹھ کر چلا جائے اور یا لوگوں کی طرف منہ پھیر کر بیٹھے اور اذکار و اوراد پڑھے۔

باب ماجاء فی التجارب

تجربات کا بیان

○ حدثنا قتیبۃ أخبرنا عبد اللہ بن وہب عن عمرو بن الحارث عن دراج عن أبی الہیثم عن أبی سعید قال: قال رسول اللہ ﷺ: لاحلیم الا ذو عشرة ولاحکیم الا ذو تجربۃ۔ ہذا حدیث حسن غریب لا نعرفہ الا من هذا الوجه: ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حلیم اور بردبار نہیں ہوتا مگر لغزش والا اور حکیم و عقلمند نہیں ہوتا مگر تجربہ والا۔۔۔۔۔ یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسے اس طریق کے علاوہ نہیں پہچانتے۔

توضیح و تشریح:

تجارب تجربہ کی جمع ہے۔ تجربات جتنے زیادہ ہوتے ہیں اتنی ہی عقل میں پختگی آتی ہے۔ ”انسان حکیم دانا“ اور عقلمند بن جاتا ہے اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ سئل المجرب ولا تسئل الحکیم“ یعنی تجربہ کار سے پوچھو حکیم اور عقلمند سے نہ پوچھو۔ یعنی جو آدمی تجربہ کار ہوں میں دراصل حکیم اور دانا بھی ہے۔ اس سے پوچھو اور جو آدمی دانا، عقلمند تو ہو لیکن تجربات پر سے گزر کر نہ آیا ہو تو اس کی حکمت و دانائی میں پختگی نہیں ہوتی۔ لہذا اس سے پوچھنا نہیں چاہیے۔

لاحلیم الا ذو عشرة:

یعنی بردبار اور حکیم وہ آدمی ہوتا ہے جس نے غموں کی کھائی ہوں اور اس پر شائد و مصائب آئے ہوں ان کو برداشت کرنے کے بعد ہی انسان بردبار اور حکیم الطبع بن جاتا ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ حکیم اور صبر و تحمل کرنے والا وہ ہوتا ہے جس سے کوئی لغزش ہوتی ہو لغزش اور غلطی صادر ہونے والا شخص غموں کا طلب گار ہوتا ہے۔ جب اس کو معاف کر دیا جائے تو یہ آدمی غموں اور درگزر کا درجہ اور اہمیت پہنچانے لگا۔ پھر اگر دوسروں سے لغزش ہو جائے گی تو یہ بھی ان کو غموں کے گام اور اس طرح وہ حکیم بن جائے گا۔ حضرت گنگوئیؒ فرماتے ہیں: کہ روایت کا مطلب یہ ہے کہ کوتاہیوں سے صرف نظر ایسا شخص کر سکتا ہے جو خود کوتاہیوں کا مرتکب رہا ہو خواہ اس کو معاف کر دیا گیا ہو یا سزا دی گئی ہو۔ ایسے شخص میں حکم پیدا ہوگا اور دوسروں کے حق میں وہ حکیم ثابت ہوگا۔

بعض نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو لاحلیم الا ذو عشرة یعنی کوئی بھی حکیم نہیں ہوتا مگر کبھی کبھی ضرور اس سے لغزش ہوگی۔ یعنی بہت بڑا حکیم و بردبار آدمی بھی کبھی کبھی غصہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے صبر و حکم کا جام لبریز ہو جاتا

ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ”نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ الْحَلِيمِ“ بردبار اور صبر والے آدمی کے غصہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ کیونکہ حلیم الطبع انسان جب غصہ میں آ جاتا ہے تو اس کا غصہ بہت شدید ہوتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنی چاہیے۔ حاصل اس قول کے مطابق یہ ہوگا کہ بہت بڑے بڑے بار آدمی کبھی کبھی حالات سے مغلوب ہو کر غصہ ہو جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ لكل عالم زلّة۔ ولكل سيف نبوة۔ ولكل جواد كبوة۔ ہر عالم سے لغزش ہوتی ہے۔ اور ہر تلوار کیلئے اچٹ جاتا ہے اور ہر تیز رفتار گھوڑے کیلئے ایک مرتبہ منہ کے بل گرنا ہے، یعنی ہر باکمال مخلوق میں عیب بھی ہوتا ہے اور اس سے اس کمال کی ضد یعنی نقص، قصور اور فتور بھی ظاہر ہوتا ہے پس ہر عالم چاہے جتنا بڑا عالم ہو، محقق ہو اس کے لئے خطا اور لغزش ہوتی ہے۔ کتنی ہی عمدہ اور اچھی تلوار ہو، کبھی کبھی اچٹ جاتی ہے۔ نیز بالاخر کند پڑ جاتی ہے۔ اور ہر عمدہ اور تیز رفتار گھوڑا کبھی ٹھوکر کھاتا ہے اور منہ کے بل گر جاتا ہے۔ یہ تو ایک اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے جو کہ تمام صفات کمال کے لئے جامع ہے اور تمام عیوب اور نقائص سے پاک اور منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کامل ہیں ان میں نہ کبھی نقص، قصور اور فتور آیا ہے اور نہ کبھی آئے گا۔

ولا حکم الا ذو تجربۃ:

یعنی رانا اور حکیم وہ ہوتا ہے جو صاحب تجربہ ہو۔ یعنی جسے دینی اور دنیوی امور کا تجربہ ہو، بہت سے مختلف حالات اور واقعات اس کے سامنے گزر گئے ہوں، اور ان حالات و واقعات کے مصالح و مفاسد اس کے سامنے آچکے ہوں، پس ایسا آدمی جو بھی کام انجام دیتا ہے اس کام کے نتیجے میں آنے والے مصالح و مفاسد پر نگاہ رکھ کر انجام دیتا ہے لہذا اس کے انجام دیئے ہوئے امور میں خیر کا پہلو زیادہ نمایاں ہوتا ہے اور ان کے نتیجے میں شر اور نقصان بہت کم سامنے آتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس سے طبی حکیم مراد ہے، یعنی کامل طبیب اور ڈاکٹر وہ ہوتا ہے جو کہ فن طب کا علم بھی حاصل کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو تجربہ بھی ہو جائے، مختلف قسم کے مریض اس کے سامنے سے گزر جائے، ان کے امراض اور ان کے لئے تجویز کردہ ادویہ اور اس کے نتیجے میں آنے والے حالات نے اس کو اپنے فن میں پختہ بنایا ہو، امراض اور ادویہ میں تجربہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کو لوگوں کے مزاج کا بھی تجربہ ہو چکا ہو تو یہ کامل حکیم ہوتا ہے اور جو صرف فن کی کتابیں پڑھ لیں اور ڈگریاں حاصل کریں لیکن عملی تجربہ نہ ہو تو اس میں یہ کمزوری ابھی باقی ہے اور وہ اپنے فن میں پختہ نہیں ہے۔

ہذا حدیث حسن غریب: اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنے صحیح ”صحیح ابن حبان“ اور حاکم نے اپنے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔ اور علامہ مناوی نے شرح الجامع الصغیر میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (تحفۃ الاحوذی)